نیک صحبت کی ضرورت

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

ناشر
سید احمد شہید اکیڈمی
دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

طبع دوم: ۱۴۳۳ھ = ۲۰۱۲ء

نام کتاب : نیک صحبت کی ضرورت
مصنف : مولانا عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد اشاعت : ۲۰۰۰
صفحات : ۴۸

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی
☆ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ
☆ مکتبۃ الشباب، ندوۃ روڈ لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

ناشر
سید احمد شہید اکیڈمی
دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

پیش نظر رسالہ برادر مخدوم و معظم مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی مدظلہ کے دروس حدیث کا ایک حصہ ہے جو مولانا کی نظر ثانی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے، تکیہ کلاں میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کے عہد سے رمضان المبارک میں اہل تعلق کا اجتماع ہوتا رہا ہے، جس کا سلسلہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی سر پرستی میں جاری ہے، جس میں دروس اور کتابوں کی تعلیم کا ہمیشہ اہتمام رہا ہے، حضرت مولاناؒ کے حکم پر برادر معظم زید مجدہ کا درس حدیث تقریباً تیس سال سے چل رہا ہے، حضرت مولانا کی ہی خواہش پر " تہذیب الاخلاق" کو سامنے رکھ کر یہ درس ہوتا ہے، جس میں تقریباً تمام اہم موضوعات آ گئے ہیں۔(۱)

(۱) یہ دروس ہماری ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ اس کا سلسلہ دو سالوں سے جاری ہے۔ دیکھیں: www.abulhasanalinadwi.org

مولانا کے درس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں معاشرہ کو سامنے رکھ کر احادیث کی روشنی میں اس کی اصلاح کے نسخے بتائے جاتے ہیں اور مثالوں سے مولانا اس کو ایسا سمجھاتے ہیں کہ سننے والوں پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے، مولانا کے اس حکیمانہ اور مؤثر انداز بیان سے اس کی افادیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

عرصہ سے یہ تقاضہ تھا کہ دروس قلم بند ہوتے جائیں تا کہ عمومی طور پر ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے، متعدد تعلق رکھنے والے علماء نے اپنے طور اس کا بڑا حصہ قلم بند بھی کیا لیکن مولانا کو نظر ثانی کا موقع نہیں مل سکا، اس لیے ابھی تک اس کا کوئی بھی حصہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ نظر ثانی کا کام اب شروع ہو گیا ہے اور امید ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا اور مختلف موضوعات پر اصلاحی ودعوتی رسائل شائع ہوتے رہیں گے۔

یہ پہلا رسالہ ''نیک صحبت کی ضرورت'' کے موضوع پر شائع کیا جارہا ہے جو مولانا کے اسی موضوع پر دو دروس کا مجموعہ ہے، موجودہ دور میں اس کی افادیت اور ضرورت بہت بڑھی ہوئی ہے، اس لیے امید ہے کہ یہ رسالہ اصلاح وتغیر حال کے لیے بہت مفید اور مؤثر ثابت ہوگا۔

اکیڈمی کے ذمہ داروں کے لیے سعادت اور خوشی کا موقع ہے کہ ان کو اس کی اشاعت کی ذمہ داری ملی۔ میں اس موقع پر خاص طور سے

عزیزی عبداللہ پرتاب گڑھی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مولانا کے دروس اور تقریروں کو قلم بند کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ یہ کام ان کے لیے آسان فرمائے اور یہ سلسلہ جاری رکھے۔ عزیز القدر مولوی محمد نفیس خاں ندوی دعاوشکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے پروف کی تصحیح کا کام بھی کیا اور ذیلی عناوین بھی لگائے اور اس کی اشاعت کی ذمہ داری بھی سنبھالی۔

یہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، امید ہے کہ مختلف موضوعات پر ان شاء اللہ رسائل شائع کیے جاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائے، قبول فرمائے اور اس میں حصہ لینے والوں کو اجر عطا فرمائے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی
دارعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی

۳۰/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیک صحبت کی ضرورت

نیک لوگوں کی صحبت کا اثر، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کسی زمانہ میں کسی سمجھدار نے نہیں کیا اور اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے تو اس کی عقل میں فتور اور سمجھ میں کمی کی دلیل ہے۔

بے عقلی کا دور

آج کل کا دور بے عقلی کا ہے، اگر چہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دور عقل کا ہے لیکن اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ دور بے عقلی کا ہے، کیونکہ یہ دور جہالت کا ہے، بس فرق یہ ہے کہ پہلے زمانے میں جو بے عقل ہوتا تھا وہ بھولا بھالا، سیدھا سادھا ہوتا تھا، جو جاہل ہوتا تھا وہ جاہل ہوتا تھا لیکن اس وقت کا معاملہ کچھ ایسا ہے کہ عقلمند ہو کر بے عقل ہے، اور پڑھا لکھا ہو کر جاہل ۔یعنی پڑھے لکھے جاہل، یا یوں کہہ لیجئے کہ جہالت اس زمانے میں پڑھ لکھ گئی ہے، پہلے سادگی تھی، جو بیچارہ جاہل ہوتا تھا آپ نے بتا دیا معلوم ہوگیا

، ماننے والا ہوگیا، اور اب یہ ہے کہ جانتے ہیں، بتائیے تو مانتے نہیں ،تو حقیقتاً نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں، عجیب وغریب صورت حال ہے، سب کو معلوم ہے کہ سگریٹ نقصان کرتی ہے اور اس سے کینسر ہوتا ہے، بڑی بڑی بیماریاں ہوتی ہیں پھر بھی سگریٹ پی رہے ہیں، ان سے پوچھئے کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سگریٹ نقصان کرتی ہے، کہیں گے سب معلوم ہے۔

اگر ہمارے اور آپ کے کان ہوں تو سنائی دے، اندر سے آواز آتی ہے کہ ہم بے عقل ہیں، سننے والے کو ہنسی بھی آتی ہے، تو ان سے کہئے اپنی بے عقلی دور کر لیجئے، عقلمندوں کی صحبت میں بیٹھئے۔ تو اکثر لوگ سمجھتے نہیں، عقلمند وہ ہے جو دیندار ہو، اس سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں ہوگا، جو جتنا دیندار ہے وہ اتنا ہی زیادہ عقلمند ہے، اتنا ہی زیادہ سمجھ والا ہے اور اب تو یہ بات عیاں ہوتی جارہی ہے۔

ایک علاقہ میں جانا ہوا، وہاں کچھ پروفیسر کے لڑکے حفظ کر رہے تھے، پوچھا کیوں اپنے لڑکوں کو حفظ کرا رہے ہیں؟ بتایا: حفظ کرنے کے بعد بچے بہت تیز ہوجاتے ہیں، انجینئر بناؤ، ڈاکٹر بناؤ تو بہت اچھے بن جاتے ہیں، قرآن مجید یاد کرنے سے دماغ کھل جاتا ہے، لیکن یہ لوگ بھی بے عقل ہیں کیونکہ انھوں نے قرآن کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا، یہ کوئی اچھی بات تھوڑی ہے، اب حفظ اس لیے کرا رہے ہیں کہ بچے کا

دماغ اچھا ہوجائے اور اچھا ڈاکٹر، انجینئر بن جائے۔قرآن مجید کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنانا مناسب نہیں، قرآن مجید تو زندگی کے اندر انقلاب برپا کرتا ہے اور انجینئر کو، ڈاکٹر کو، بڑے سے بڑے سائنسداں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، قرآن مجید پڑھ کر آپ کا بچہ انجینئر، ڈاکٹر بن رہا ہے بہت اچھا، میں اس کو منع نہیں کرتا لیکن قرآن کو سمجھ کر، سوچ بدل کر اور سوچ سمجھ کر پڑھیں تو اس کا فائدہ ہی کچھ اور ہو۔

صحبت کا اثر

زبان خلق پر یہ بات جاری ہے کہ جیسی صحبت ہوگی ویسا اثر پڑے گا، جس کی صحبت میں رہے گا اس کے اثرات اس میں منتقل ہوں گے اور ماں باپ اپنے بچوں کو روکتے بھی ہیں کہ برے بچوں کے ساتھ مت جانا، کیوں روکتے ہیں؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ بروں کے ساتھ جائیں گے تو برے ہوجائیں گے اور اگر برے نہ بھی ہوئے تو بری شہرت ہوجائے گی، اور بری شہرت بھی بری صحبت کا نتیجہ ہے اور برا ہونا بھی بری صحبت کا نتیجہ ہے، ایسے ہی اچھوں کی صحبت میں رہے گا تو اچھا ہوجائے گا اس لیے نیک صحبت کی تلاش میں رہنا چاہیے اور بغیر صحبت کے آدمی کے اندر کمال بھی نہیں پیدا ہوتا، چاہے دنیا کا معاملہ ہو یا دین کا، کسی بھی فن میں چلے جایئے، ڈاکٹر کو اس وقت تک اجازت نہیں جب تک

House Job نہ کرلے، ایک سال اس کو ڈاکٹروں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے، ڈاکٹر کی صحبت میں رہو تب جا کر ڈگری ملے گی، ۶ سال پڑھا ڈگری نہیں ملی، پہلے مریض دیکھو، ڈاکٹر کی سرپرستی میں تمہاری نگرانی کی جائے گی۔غرضیکہ صحبت میں رہے تو ملا، دوسری طرف کہتے ہیں کہ صحبت کی ضرورت نہیں اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ بے عقل ہیں۔

صحبت کا مقصد اکثر و بیشتر یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے بیشک یہ سب سے اچھی صحبت ہے۔لیکن صحبت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گھر میں ماں باپ بھی اچھے ہوں اور دوست و احباب بھی اچھے ہوں اور میاں بیوی بھی ٹھیک ہوں کیونکہ صحبت کے معنیٰ ہیں ساتھ رہنا، سب سے زیادہ ساتھ کون رہتا ہے، میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں اور بے تکلفی کے ساتھ رہتے ہیں تو ہونا یہ چاہیے کے شوہر بھی اچھا ہو اور بیوی بھی اچھی ہو۔پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ یاد رکھنا چاہیے، اگر کوئی شادی کرتا ہے اور خود وہ امریکا میں، بیوی ہندوستان میں، نہ ملاقات، نہ صحبت تو اولاد تو نہیں ہوگی، اس لیے کہ ملنا ضروری ہے، آپ چاہے کتنا فلسفہ بگھاریں، چاہے کتنی باتیں بنائیں، تنہا محبت سے بھی کام نہیں چلے گا، انٹرنیٹ پر بیٹھ کر گفتگو کرلی ایک دوسرے کو دیکھ لیا، اس سے کیا ہوگا، اولاد کے لیے صحبت ضروری ہے۔

جسم سے نسب چلتا ہے روح سے نسبت

ہر انسان کے ساتھ جسم ہے اور روح ہے، جسم کے ساتھ جسمانی چیزیں وابستہ ہیں اور روح کے ساتھ روحانی چیزیں وابستہ ہیں، جسم سے نسب حاصل ہوتا ہے، روح سے نسبت حاصل ہوتی ہے، اس لیے کہا گیا ہے کہ نسب بھی صحیح ہونا چاہیے اور نسبت بھی۔ میاں بیوی صحیح رہیں گے تو نسب صحیح ہوگا اور اچھے لوگوں کی صحبت مل گئی تو نسبت صحیح ہوگی لیکن دونوں کے آداب ہیں کہ نکاح صحیح ہو اور نکاح کے جو شرائط ہیں یعنی گواہ کا ہونا، اعلان ہونا وغیرہ یہ شرائط پوری ہوں اور پھر میاں بیوی صحیح ہوں، تندرست ہوں پھر انشاء اللہ اولاد ہوگی، اس سے صحیح نسب چلے گا۔ لیکن اگر نکاح نہ کرے تو ظاہری طور پر سلسلہ تو چل رہا ہے لیکن نسب منقطع ہوجائے گا۔ ایسے ہی نسبت حاصل کرنے کے لیے صحبت صحیح ہونی چاہیے۔ ور اگر ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اگر مرد صحیح ہے تو اس سے بیوی کو نسب ملے گا اور مرد اللہ والا ہے تو اس سے بیوی کو نسبت ملے گی اس طرح دونوں چیزیں جمع ہوجائیں گی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اچھی بیوی لاؤ، دیندار لاؤ، تو اس سے تمہارا نسب محفوظ رہے گا اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ رہتے رہتے ایک دوسرے جیسے ہوجائیں گے، مرد کا اثر عورت

پر آئے گا اور عورت کا اثر مرد پر آئے گا، تو معلوم ہوا کہ میاں بیوی کو بھی اچھا ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ماں باپ کو اچھا ہونا چاہیے کہ ان کی صحبت میں بچے رہتے ہیں۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ماں کی گود میں ہوتا ہے اور اس کے بعد باپ کے ساتھ رہنا ہوتا ہے، ماں باپ اچھے ہوں گے تو بچہ اچھا پروان چڑھے گا، اس کی صحیح تربیت ہوگی، باپ کے لیے بچوں کی تربیت کی فکر کو ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر بتایا گیا ہے پھر اگر اچھے دوست ہوں گے تو ان کی اچھائی منتقل ہوگی۔ جو صحبت میں جتنا کامل ہوگا اس کی نسبت اتنی ہی قوی ہوگی اور تندرستی کے اعتبار سے جو جتنا کامل ہوگا اس کا بچہ اتنا ہی تندرست ہوگا۔ دونوں چیزیں ایسے ہی ساتھ چلتی ہیں۔ تو روحانی اعتبار سے جو اللہ کے نیک بندے ہیں اگر آپ ان کی صحبت میں رہیں گے تو ان کی صحبت کے اثرات پڑ کر رہیں گے۔

صحابہ کا مقام صحبتِ رسول اللہ ﷺ کا نتیجہ

صحابۂ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے نبی کی صحبت میں رکھا جو انسان کامل تھا، کامل مکمل اور متمم اخلاق تھا، دوسروں کو کمالات سے سرفراز کرنے والا اور اخلاق کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنے والا، اسی صحبت سے صحابہؓ میں نکھار آیا اور اسی کی برکت سے ان کو امتیازی مقام

حاصل ہوا جو صرف انہی کے ساتھ خاص ہے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کا معاملہ ایسا ہے کہ آپ کی صحبت میں رہنے کے بعد اتنا اونچا مقام اس کو ملتا ہے کہ وہ مقام آپ ﷺ کی صحبت کے علاوہ کہیں مل ہی نہیں سکتا، جیسے مسجد حرام ہے، مسجد حرام میں جو نماز پڑھے ایک لاکھ کا ثواب ہے، اسی طرح سے مسجد نبوی میں، بیت المقدس میں ہزاروں نمازوں کا ثواب ہے، لیکن اگر آپ اس مسجد میں (۱) نماز پڑھیں، یہاں بڑے بڑے مجاہدین اور بڑے بڑے اللہ کے ولی آئے ہیں، رہے ہیں، اور پیدا ہوئے ہیں، اب اگر آپ ایسا سوچیں کہ اس مسجد میں ہزار نماز کا ثواب مل جائے تو یہ ناممکن ہے اور اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، آج کچھ لوگوں میں ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں کہ فلاں مسجد میں نماز پڑھ لو تو وہ ہو جائے گا۔ صرف تین مسجدیں ہیں جن میں غیر معمولی ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی رمضان میں جو روزہ رکھیں گے، جو تلاوت کریں گے، نمازیں پڑھیں گے اس کی بات ہی کچھ اور ہے، ستر گنا یوں ہی مل رہا ہے، غیر رمضان میں اتنا نہیں مل سکتا چاہے پورے سال روزہ رکھیں، رمضان کے ایک روزے کے برابر پوری

(۱) مسجد دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں مراد ہے، جہاں بڑے بڑے اللہ کے ولی اور مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوئے، حضرت شاہ علم اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ ضیاء النبیؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ وغیرہ اور جہاں ہندوستان بھر کے بڑے بڑے اولیاء قیام کرنے آتے رہے ہیں۔

زندگی کا روزہ نہیں ہوسکتا، رمضان، رمضان ہے، اسی طرح رسول پاک ﷺ کی صحبت کے برابر کسی اور کی صحبت نہیں ہوسکتی، اسی لیے صحابہ کرامؓ کو جو مقام حاصل ہوا ہے، وہ دنیا میں نہ کسی کو حاصل ہوا ہے نہ ہوگا، ظاہر ہے رسول پاک ﷺ سے بڑھ کر کون ہے، تو اس کا اثر بھی یہ ہوا کہ ایک نظر میں صحابۂ کرامؓ کی کایا پلٹ گئی، ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا اور ایمان وہاں پہنچ گیا جہاں بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد، بڑی مشقتوں کے بعد اور سیکڑوں رکعتیں نماز پڑھنے کے بعد اور ہزاروں روزے رکھنے کے بعد پہنچتا ہے وہ بھی بمشکل، صحابۂ کرامؓ کو وہ مقام ایک نظر سے مل گیا۔

صحبت کے لیے شرطیں

صحبت میں شرط ہے کہ اخلاص ہو، اگر اخلاص سے نہیں آئیں گے تو کچھ نہیں ملے گا۔ انبیاء کی صحبت میں رہنے والوں کے لیے بس ایمان شرط ہے، آئے اور کہا ہم ایمان لائے اللہ پر، آپ پر، اور تمام چیزوں پر جن کا حکم دیا گیا ہے، بس ان کا کام ہو گیا۔ لیکن اولیاء کرامؒ کی صحبت میں رہنے کے لیے اخلاص شرط ہے، اگر اخلاص کے ساتھ رہے گا تو فائدہ ہوگا، اگر اخلاص نہیں تو چاہے ایک ہزار سال رہو تب بھی فائدہ نہیں، اور بات یہی ہے کہ ان کی صحبت سے جو بات پیدا ہوتی ہے، وہ دل اور دماغ

کے اندر یقین کی کیفیت کا پیدا ہوجاتا ہے، اسی لیے ایک تابعی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر تم صحابۂ کرامؓ کو دیکھتے تو انہیں پاگل، دیوانہ سمجھتے، اور صحابہ کرامؓ تم کو دیکھ لیتے تو بے ایمان سمجھتے۔

صحابۂ کرامؓ اتنے بے چین رہتے تھے دین کے کام کے لیے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ کیا ہوگیا، نہ ان کو کھانے کی پرواہ، نہ بیوی کی، نہ بچوں کی، نہ کسی چیز کی بس وہ حکم بردار اور فرائض کی پابندی کرنے والے تھے، اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ ایسے واقعات بھی ہوئے کہ نکاح ہوا، بیوی کے پاس رات گذاری کہ جہاد کا اعلان ہوگیا فوراً جہاد کو چلے گئے، اور شہید ہوگئے، ملائکہ نے انہیں غسل دیا، ان کا نام ”غسیل الملائکہ“ پڑ گیا کہ ملائکہ نے آکر غسل دیا، صحابہ کرامؓ کا جو معاملہ تھا وہ صرف رسول پاک ﷺ کی صحبت کا نتیجہ تھا۔ بہر حال صحبت کا اثر تو پڑتا ہی ہے، اس لیے ہم کو، آپ کو کس کی صحبت میں رہنا ہے اس کو چیک کرنا پڑے گا کہ وہ کیسا ہے؟

بیوی کیسی ہو؟

یہاں ہمارے نوجوان ہیں جن کی شادی نہیں ہوئی ہے، انہیں شادی کرنی ہے، کیوں کہ بیوی کی صحبت میں سب سے زیادہ رہنا ہوتا ہے

اس لیے بیوی دین دار ہونی چاہیے۔ لوگ شادی کرتے ہیں مال کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے، اور بڑے گھرانے کی وجہ سے اور چوتھے نمبر پر دین کی وجہ سے، لیکن اگر دین دار عوت سے شادی کرلو تو لطف ہی لطف رہے گا، اگر دین دار عورت گھر میں آگئی تو ہر اعتبار سے مزے ہی مزے ہیں، تم خوش رہوگے، بچے جو ہوں گے وہ اچھے ہوں گے، اس لیے کہ بچہ کو جو پہلی صحبت ملتی ہے، وہ ماں کی، پھر باپ کی، تو ماں اچھی ہونی چاہیے پھر باپ اچھا ہونا چاہیے، ان دونوں کے اندر اگر دین داری ہے تو سب کچھ اچھا ہوجائے گا۔

ماں باپ کے بعد معاملہ آتا ہے استاذ کا، استاذ کو اچھا ہونا چاہیے۔ اب یہ کوئی نہیں دیکھتا، کوئی نہ بیوی دیکھتا ہے، نہ کوئی استاذ کو دیکھتا ہے بس پیسہ، شہرت اور ظاہری رکھ رکھاؤ، نتیجہ کیا ہے چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔ اور دین دار بیوی کی علامت ہے کہ جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے محبت بڑھتی جاتی ہے، اور اس کی دینداری کی برکتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

ہم لوگ صحبت کا مطلب صرف یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں کے پاس چلے جانا، آپ کسی چیز کو اتنا خراب کردیں پھر اس کو لے جائیں کسی بڑے کاریگر کے پاس کہ اس کو ٹھیک کردیجئے، جو چاہیں گے ملے گا تو وہ جھنجلا جائے گا کہ آخر کتنی اصلاح کروں، ٹھیک کرکے لاتے تو تھوڑا سا دیکھ لیتا

اور کام ہوجاتا اور وہ چلنے لگتی، اور آپ نے اس کو برباد کردیا، توڑ مروڑ کر یہاں وہاں ٹہلتے رہے اور غلط دوست بنائے، استاذ کی بے عزتی کی ، حرام مال کھایا، ساری غلطیاں کیں ، برسوں کا بگڑا ہوا دو دن میں کیسے ٹھیک ہوجائے گا؟ اس لیے ہمیں صحبت کا خیال شروع سے کرنا چاہیے، پہلے بیوی اچھی ہونی چاہیے اور کسی کو اگر ماں باپ اچھے مل جائیں تو کیا کہنے ’’نور علیٰ نور‘‘۔ اور گھر کا ماحول بھی اس کا اچھا ہو، اور گھر میں خواتین بھی اچھی ہوں تو پھر کیا کہنے!!

حضرت ام اَیمنؓ کا واقعہ

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رسول پاک ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک جگہ افسوس میں بیٹھے تھے، پھر کہا چلو امّاں کے پاس چلتے ہیں، امّ ایمنؓ حضرت رسول پاک ﷺ کے گھر میں رہی ہیں اور برکتیں حاصل کی ہوئی ہیں اور ایسی بابرکت خاتون کہ جب انہوں نے ہجرت کی مکہ سے مدینہ اکیلے، راستے میں پیاس کی شدت سے تڑپ گئیں، نام بھی ان کا بابرکت اور ہیں بھی برکت والی، تو اللہ تعالیٰ نے ڈول آسمان سے بھیجا، لٹک کر نیچے آیا اس میں سے انہوں نے پانی پیا، پوری زندگی پھر انہیں پیاس ہی نہیں لگی، ایسی بابرکت خاتون ہیں ،تو

دونوں گئے ان کی خدمت میں، وہ رونے لگیں، ابوبکر اور عمرؓ نے کہا: امّاں کیوں روتی ہیں؟ آپ ﷺ تو بہت اونچے مقام پر ہیں، دنیا سے رخصت ہوگئے جنت کے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔ فرمایا: اس لیے نہیں رو رہی ہوں۔ پھر کیوں رو رہی ہو؟ میں اس لیے رو رہی ہوں کہ وحی کا سلسلہ بند ہوگیا، وہ وحی کی قیمت جانتی تھیں کہ وحی کیا چیز ہے؟ اس وجہ سے وہ حضرت امّ ایمن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کی والدہ کا حال

ہمارے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی والدہ ماجدہ بھی ماشاء اللہ کیا خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسا نوازا تھا، پورے گھر کے لوگ ان کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے، بیٹھتے ہی نہیں تھے، ایک روحانی سکون ان کے پاس ملتا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مقام ان کو عطا فرمایا تھا۔ ڈھائی بجے اٹھ جاتیں، اشراق تک اپنے مصلی پر بیٹھی رہتی تھیں، اور یہ معمول ان کا آخری دور تک (۹۳ سال کی عمر تک) تھا۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے روتی تھیں، گڑگڑاتی تھیں، خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت ہوئی، اور ان سے براہ راست بیعت ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام ان کو عطا فرمایا تھا، اب

ظاہر ہے کہ ان کے پاس بیٹھنا، ان کی خدمت میں حاضر ہونا کتنی بڑی بات ہے، ان کی خدمت میں بیٹھنے سے اثر پڑتا تھا، ہمارے حضرت مولاناؒ ان ہی کی صحبت میں رہ کر بڑے ہوئے۔

دوستی کس سے ہو؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔کوئی چاہے مانے یا نہ مانے، اصل میں یہ بات پوشیدہ ہے۔تو دیکھ لینا چاہیے کہ کس سے دوستی کر رہے ہو، چیک کر لو کہ تمہاری دوستی کا رجحان کدھر ہے، دل کس سے لگتا ہے، کون ساتھی تمہارا زیادہ ساتھ دیتا ہے، اگر وہ اچھا ہے تو تم اچھے ہو، اگر وہ برا ہے تو تم برے ہو، لوگ آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ دوست ہے مگر اس کے طریقے پر نہیں ہوں، یہ جھوٹ ہے، تم بیوقوف خود کو بھی بناتے ہو، دوسرے کو بھی بناتے ہو۔صحبت کا اثر تو پڑتا ہی ہے، آدمی کی جیسی طبیعت ہوتی ہے ویسی ہی طبیعت والے سے مانوس ہوتا ہے، جو الٹے سیدھے لوگ ہوتے ہیں، وہ الٹے سیدھے لوگوں کو فوراً پہچان لیتے ہیں، جو نیک لوگ ہوتے ہیں وہ نیک لوگوں کو پہچان لیتے ہیں، اس لیے کہ جو جیسا ہوتا ہے، ویسے ہی لوگوں کو ڈھونڈتا ہے۔

آپ چور کے ساتھ رہیں گے تو چوری نہ صحیح ہیرا پھیری تو کریں

گے ہی، آپ جھوٹے کے ساتھ رہیں گے تو جھوٹ نہ صحیح مبالغہ تو کریں گے ہی، کتنا ہی اپنے آپ کو بچائیں، اس لیے اس بات کو طے کرنا چاہیے کہ ہم کو اچھوں کی صحبت اختیار کرنا ہے، اور اچھے لوگوں سے دوستی کرنا ہے، علماء کی صحبت میں بیٹھنا ہے۔اور واقعی جن کے اندر کمال ہے ان کے پاس جا کر بیٹھیں، اب آپ ﷺ سے جو جتنا مشابہ ہوگا، جتنا زیادہ متبع سنت ہوگا، اتنا ہی اس کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے، جتنا سنتوں کا اتباع کرنے والا ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کی صحبت کا نفع اور برکت بڑھتی جائے گی۔اور خوب سمجھ لیجئے اس کے اندر کرامتیں جتنی بھی ہوں اگر اتباع سنت نہیں ہے تو نہ برکت ہوگی نہ نفع اور نہ تاثیر۔

حد سے زیادہ تأثر اور عقیدت میں غلو

ایک بات اور سمجھ لیں، لوگ کہتے ہیں کہ ایک دم سے بھونچال آجائے، بھونچال کا نام تاثیر نہیں ہے، یہ بہت زیادہ متأثر ہونے کی علامت ہے، بہت زیادہ متأثر ہونا باطل ہونے کی علامت ہے، بہت زیادہ اس میں نقص شامل ہوتا ہے۔آج حال یہ ہوگیا ہے کہ جنہوں نے کرامات دکھائیں انہی کے پیچھے چل دیے، انہوں نے یوں کیا تو یوں ہو گیا، یوں کیا تو یوں ہوا۔بدعتیوں کا یہی حال ہے، ایک سب سے بڑے

بدعتی پیر جن کی خاصی شہرت ہے، ممبئی میں بیمار ہوئے تو اسپتال میں بڑے بڑے سیٹھ ملنے آنے لگے، ایک دن انہوں نے کہا کہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مجھ سے ملنے آنے والے ہیں، میری عیادت کے لیے، تو بڑے بڑے پیسے والے سیٹھوں کی عقلیں ماری جاتی ہیں، سب نے اسپتال کی صفائی کروائی، عطر چھڑکے، ڈیکوریٹ کر کے لائن سے کھڑے ہوگئے کہ ابھی حضرت آئیں گے، ایک موٹر آئی، اس میں سے ایک سفید داڑھی، عمامہ باندھے ہوئے ایک صاحب اترے، اور سیدھے اندر تشریف لے گئے، اور دروازہ بند کر دیا گیا، اور اس کے بعد دروازہ کھلا ہی نہیں، ایک، دو گھنٹے بعد خبر آئی کہ حضرت وہیں سے چلے گئے واپس نہیں آئیں گے، آپ لوگ جایئے اس لیے کہ وہ داڑھی لگا کر، کاجل لگا کر، خوب فنکاری کر کے آئے تھے اور اندر جا کر داڑھی اتار لی، چہرہ صاف کر لیا اور چلے گئے، اور سارے لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے حضرت کا کتنا اونچا مقام ہے، سجدے پہ سجدے ہو رہے ہیں، ہاتھ پہ ہاتھ چومے جارہے ہیں بس کیا کہنے اس سے بڑا تو کوئی پیدا ہی نہیں ہوا، یہ سب تماشے ہیں۔ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ یہ تاثیر ہے، یہ تاثیر نہیں ہے۔ یہ عقیدت میں غلو اور بے جا تاثر ہے۔ حضرت نے کہہ دیا بس اب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، نماز بھی معاف، وہ پیر نہیں پَیر ہوتے ہیں۔ اسی

لیے سب پریشان ہیں کہ دومنٹ میں کام ہوجائے، چمتکار دکھائیں، یہ سب کچھ نہیں، اتباع سنت دیکھئے، اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے کیوں کہ جو جتنا متبع سنت ہوگا اتنی ہی تاثیر ہوگی۔

ایک بڑے بزرگ عالم ربانی نے لکھا ہے کہ جو جتنا بڑا متبع سنت ہوگا وہ اتنا بڑا عالم بھی ہوگا۔ اگر اس کا تعلق وہاں سے ہوگا تو علم کے سوتے پھوٹتے چلے جائیں گے، وہ علم میں فائق ہوتا چلا جائے گا، اور تاثیر بھی بڑھتی چلی جائے گی۔

اتباع سنت کیا ہے؟

اتباع سنت کو بھی لوگوں نے محدود کر دیا، اکثر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کہتے ہیں کہ سنت ہے داڑھی ایک مشت ہوجائے اور ٹخنے سے اوپر پائجامہ بس ختم۔ بھائی اتباع سنت کا مطلب ظاہری اور باطنی دونوں سنتوں پر عمل کرنا ہے، جیسے کبوتر کہ اس کے دونوں پر کاٹ دیے جائیں تو اڑ نہیں پائے گا، لیکن کبوتر کے اندر جان ہی نہیں تو وہ چاہے کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، کیسے ہی پر کیوں نہ ہوں کوئی فائدہ نہیں۔ جن کے اندر باطنی سنت نہیں ہے تو اس کے بغیر کچھ نہیں ہونے والا۔ ظاہری طور پر دیکھے گئے کہ یہ بڑے متبع سنت ہیں اور دل میں گندگی بھری ہوئی ہے،

جب تک ہمارا باطن ٹھیک نہیں ہوگا اور باطن کی سنتوں پر عمل نہیں کریں گے تب تک ہمارے اندر وہ چیز پیدا نہیں ہوسکتی۔

امت کا درد، یہ وہ سب سے بڑی سنت ہے جس کے بغیر انسان کوئی بڑا کام نہیں کرسکتا جس کو قرآن مجید میں کہا گیا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا (الكهف:٦) یعنی اے محمد ﷺ! ایسا لگتا ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنی جان دیدیں گے۔

تو ظاہری سنت پر بھی عمل ہو اور باطنی سنت پر بھی عمل ہو تب تو کام بنے گا۔ ہمارے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ دیکھنے میں بڑے سادہ تھے مگر وہ ظاہری اور باطنی دونوں سنتوں پر عمل کرتے تھے، ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا کہ اندر کا نور باہر پھوٹ کر آ گیا ہے۔

ایک بار ندوہ میں بڑا اجلاس ہوا، ہندوستان کے بڑے بڑے مشائخ اور علماء آئے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا اور اس نے پوچھا: مولانا علی میاں صاحب سے ملنا ہے۔ لوگوں نے کہا جانتے ہو؟ کہا پہچانتے تو نہیں، لوگوں نے اس کا امتحان لیا، مولاناؒ سامنے بیٹھے ہوئے تھے، ان کے چاروں طرف بڑے بڑے مشائخ اور علماء تشریف فرما تھے اپنے اپنے لباس میں ملبوس، اور حضرت مولاناؒ ویسے ہی سادہ انداز میں

بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا انہی میں سے ایک ہیں پہچان لو، وہ سیدھا مولاناؒ کے پاس گیا اور ان سے مصافحہ کر کے آ گیا، لوگوں نے پوچھا کیسے پہچانا؟ تو وہ کہنے لگا کہ چہرہ بتا رہا تھا۔

تو اصل یہ ہے، جو اندر کی سنتیں ہوتی ہیں ان کی اتباع سے نور پھوٹ کر باہر آتا ہے، حضرت مولاناؒ نے پوری زندگی اپنے آپ کو چھپانے کی اتنی کوششیں کیں لیکن انتقال ہوا تو ایسا محسوس ہوا کہ ایک ڈھکن تھا جو کھل گیا اور خوشبو باہر پھیل گئی، نہا دھو کر، شیروانی پہن کر، عطر لگا کر، رمضان المبارک کے مہینے میں، جمعہ کے دن دربار خداوندی میں حاضر ہوئے اور سورہ یٰس پڑھتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ انتقال کے بعد قبر سے ٦ مہینے تک خوشبو آتی تھی، قبر سے نکل کر پوری مسجد اور اطراف میں پھیل جاتی تھی۔ آج بھی حضرت مولاناؒ کی کتابوں میں تاثیر ہے لیکن ایسے لوگوں کو دیکھ کر آدمی ایک دم متأثر نہیں ہوتا، دھیرے دھیرے جب خدمت میں جائے گا تو محبت بڑھتی جائے گی، ایک دم سے متأثر ہونا یہ اس کے باطل ہونے کی علامت ہے۔

کس کی صحبت میں رہنا چاہیے

تو اصل میں یہ ہونا چاہیے کہ انسان کو متبع سنت انسان کی صحبت میں

رہنا چاہیے اور اسے ڈھونڈنے کی کوشش میں رہنا چاہیے۔اکثر لوگ الٹے سیدھے لوگوں کے جال میں پھنستے ہیں اور بعد میں آکر روتے ہیں۔ بھائی آپ ایسا کام کیوں کرتے ہیں کہ بعد میں سجدہ سہو کرنا پڑے اس لیے آپ چیک کیجئے کہ متبع سنت کون ہے؟ آپ ان کی صحبت میں بیٹھیے، زبان کیسی ہے، اس کا رہن سہن کیسا ہے، اس کا عزیزوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہے؟ میں کہتا ہوں ایک اور چیز دیکھنا چاہیے جو حدیث سے بھی ثابت ہے کہ اس کا رشتہ داروں سے معاملہ کیا ہے؟ اس لیے کہ رشتہ داروں سے اچھا معاملہ کرنا بڑے دل وجگر کی بات ہے اور اس میں جو کامیاب ہے وہ سب سے زیادہ متبع سنت ہے اور ہمارے حضرت مولاناؒ اس معاملہ میں غیر معمولی مقام رکھتے تھے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے بھائی کو یہ مقام عطا فرمایا تھا۔جو جتنا زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا اس کا اتنا ہی زیادہ خیال رکھتے تھے، حضرت مولاناؒ کے ایک رشتہ دار تھے، مولانا کے عصبہ میں سے تھے، عصبہ کہتے ہیں باپ کے رشتہ دار کو، ان کا رشتہ شریعت میں بڑھا ہوا ہے۔ایک دفعہ ان کے پائجامے میں پاخانہ ہوا تو حضرت مولاناؒ نے کہا کہ میں صاف کروں گا، لوگوں نے کہا آپ نہ کریئے، تو حضرتؒ نے فرمایا، یہ میرے قریب کے رشتہ دار ہیں، مجھ پر حق زیادہ ہے۔ہم لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کہ مولاناؒ بہت بڑے ہو گئے، پہلے

چھوٹے تھے پھر بڑے ہوئے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو ہماری جوانی دیکھے اس کو سمجھ میں آجائے گا کہ ہم ہیں کیا۔ظاہر سی بات ہے کہ جوانی دیکھوگے تو کامیاب ہو جاؤگے، بڑھاپا دیکھوگے تو ناکام ہو جاؤگے۔فرماتے تھے جب دانت تھے تب چنے نہیں تھے، اب چنے ہیں تو دانت نہیں۔اسی طرح زندگی گزار دی ان حضرات نے۔

ہمارے حضرت مولاناؒ نے بارہ بارہ، پندرہ پندرہ کلومیٹر سائیکل سے سفر کیا ہے، یہ کوئی سوچ سکتا ہے جن کے لیے ہمیشہ جہاز کھڑا ہو۔تو ہمیں ان حضرات کی جوانی کو دیکھنا چاہیے اور سبق لینا چاہیے۔

تاثیر صحبت کے چند واقعات

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جب چھوٹے تھے تقریباً چار سال کے تو حضرت سید احمد شہیدؒ اس علاقے میں تشریف لے گئے، اس وقت ان کو حضرت سید صاحبؒ کی گود میں دیا گیا اور سید صاحبؒ نے تبرکاً بیعت بھی فرما لیا، اس کے اثرات دیکھئے کہ پھر حاجی صاحبؒ حاجی صاحبؒ بن گئے کیونکہ سید صاحبؒ کے پاس ان کے شیخ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ اور ان کے شیخ شاہ عبد الرحیم ولایتیؒ جو سید صاحبؒ کے خلیفہ تھے رہے، جب حاجی صاحب نے ان کی صحبت اختیار کی تو اللہ نے ان کو

وہ صلاحیت عطا فرمائی کہ مولانا تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ تو آپ سے علم میں کم ہیں لیکن آپ ان کے پاس ہر وقت جانا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ ہاں اور لوگ تو بتاتے ہیں حاجی صاحب پہونچا دیتے ہیں، یہ فرق ہے اس لیے ان کے پاس جاتے ہیں۔

ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنی مسجد میں تشریف لائے تو ایک دیہاتی آدمی وضو کر رہا تھا، مولانا نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور بعض مریدین سے کہا کہ جب یہ وضو کر چکیں تو ان کو مجھ سے ملا دینا۔ نماز ہوگئی، نماز کے بعد ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو؟ کہا کچھ نہیں کھیتی کسانی کرتا ہوں، اللہ اللہ کرتا ہوں۔ کہا نہیں کچھ اور بتاؤ! اللہ اللہ کے اثرات کو میں سمجھتا ہوں کہ کیسے پڑتے ہیں۔ نماز پڑھنے کے اثرات کو بھی میں جانتا ہوں۔ لیکن تمہارے اندر کچھ اور بات ہے۔ کیا کوئی واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ ایک مرتبہ ہمارے علاقے میں آئے ہوئے تھے میں چھوٹا سا تھا، میں لوگوں کے بیچ سے نکلتا ہوا ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا، ان کی نظر مجھ پر پڑ رہی تھی۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا: بات سمجھ میں آگئی اسی کا اثر ہے کہ تمہارے اندر سے ایک نور نکل رہا ہے جو آسمان تک جا رہا ہے۔ تو آدمی جتنا قوی ہوگا اتنے ہی اثرات پڑتے ہیں، اب وہ دیہاتی تھے لیکن سنت پر

ایسے کاربند تھے کہ کوئی سنت ان سے نہیں چھوٹتی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ کے اثرات میں سے خاص اثر یہ تھا کہ جو بھی ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا تھا اس کی کایا پلٹ جاتی تھی، اس شخص کی قلب ماہیت ہو جاتی تھی، یہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ آنکھ کا اثر پڑتا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بچوں کو نظر لگ جاتی ہے، نظر بد ہوتی ہے، "العین حق" حدیث میں ہے، بعض لوگوں کی نظر اتنی بری ہوتی ہے کہ صحیح وتندرست کو دیکھ لیں تو وہ بیمار ہو جائے۔ اور لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق بھی ہو جاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے ہیں ان کی نظر میں قلب ماہیت کی صلاحیت ہوتی ہے، ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اصل بات یہی ہے کہ بعض دفعہ ایسی نظر ہوتی ہے کہ ایک ہی نظر میں کام ہو جاتا ہے، نسبت حاصل ہو جاتی ہے، اور نسبت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پھر آدمی ادھر ادھر بھٹکتا نہیں ہے۔

مولانا محمد احمدؒ پرتاپ گڑھی نے اس کو سمجھانے کے لیے کہا ہے ؎

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کے جانے نہ پایئے

اس کو بہت آسانی سے سمجھا دیا۔

نسبت کا مفہوم

نسبت کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ آدمی بھاگنا نہ چاہے، بھاگنا چاہے گا لیکن ایسے اسباب پیدا ہوجائیں گے کہ بھاگ نہیں پائے گا اس کا نام ہے نسبت۔ جب اللہ والوں کے پاس رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، مانگتا ہے تو دیتا ہوں، پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہوں، اسی لیے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اولیاء محفوظ ہوتے ہیں اور محفوظ کا مطلب بعض لوگ غلط سمجھ لیتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ گناہ پر باقی نہیں رہتے، اصرار نہیں کرتے، توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ معصوم صرف انبیاءؑ کی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ جب آدمی نیک لوگوں کی صحبت میں رہے گا تو یہ چیز اس کو حاصل ہوجائے گی، اب جس وقت حاصل ہوجائے، بعض دفعہ کئی کئی سال رہنا ہوتا ہے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور بعض دفعہ چند لمحوں کے لیے آئے کام بن گیا۔

حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ جن سے اللہ تعالیٰ نے بنگال میں غیر معمولی کام لیا ہے، کہنے والے کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر لاکھوں لوگ ایمان لائے تھے، پہلے بنگلہ دیش میں مسلمان اقلیت میں تھے، اب

اکثریت میں ہیں، یہ سب مولانا کرامت علیؒ کی کرامت ہے۔ ان کا نام علی تھا، لیکن ان سے کرامتوں کا اتنا ظہور ہوا کہ کرامت کا لفظ ان کے نام کے ساتھ وابستہ ہوگیا، اسی لیے وہ خود خط کے اخیر میں لکھتے تھے: علی ملقب بکرامت علی۔ اسی جگہ (مسجد دائرہ شاہ علم اللہ) جہاں آپ لوگ بیٹھے ہیں، تکیہ پر وہ آئے تھے اور حضرت سید صاحبؒ سے بیعت ہوئے تھے۔ سید صاحبؒ نے اٹھارہ دن کے بعد فرمایا: مولانا کام ہوگیا۔ اب دیکھئے اٹھارہ دن میں کام ہوگیا۔ اگر آپ رکنا چاہیں تو رک سکتے ہیں لیکن اب آپ کو رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صحبت کی جو برکتیں تھیں وہ اٹھارہ دن میں حاصل ہوگئی تھیں اور اتنے کامل ہوگئے تھے کہ سید صاحبؒ نے اٹھارہ دن میں فرمایا تھا کہ مولانا اب آپ جایئے اور بنگال میں کام کیجئے۔ پھر مولانا کچھ دن اپنے شوق سے ٹھہرے، اس کے بعد بنگال تشریف لے گئے، اٹھارہ سال کے بعد اپنے گھر لوٹے، وہ نہ بنگال کے رہنے والے تھے نہ بنگلہ زبان جانتے تھے، پھر اٹھارہ سال کے بعد اپنے والد صاحبؒ سے ملنے آئے اور پھر دوبارہ سب کو وہیں لے کر چلے گئے اور ۵۴ سال تک وہیں رہے اور پورا بنگال بدل کے رکھ دیا۔

اب یہ قوی صحبت کا اثر ہے کہ چند دن میں کام بن گیا۔ لیکن اس کے لیے آداب چاہیے، موانع نہیں ہونے چاہیے کہ حرام کھا رہے ہیں تو

صحبت کا اثر کہاں ہوگا،اور غیبت کرر ہے ہیں تو صحبت کا اثر کیا ہوگا۔محبت کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ ،عظمت کے ساتھ،اگر آدمی رہے تو فائدہ ہوتا ہے ورنہ اگر ایک ہزار سال رہے تو بھی فائدہ نہیں ہوگا۔صحابۂ کرامؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے کب فائدہ ہوا؟ جب ایمان لے آئے ،ورنہ ابوجہل بھی روز ملتا تھا لیکن کیا وہ بدل گیا؟ وہ تو مخالفت میں ڈٹا ہوا تھا۔اسی طرح اگر کوئی تنقید کے ساتھ آئے گا اور دل ودماغ میں ادھر ادھر کی باتیں لے کر آئے گا تو پھر ظاہر ہے کہ اس کو فائدہ کیسے پہونچ سکتا ہے؟ مولانا محمد احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب ایسی جگہوں پر جاؤ تو نشیب بن کر جاؤ کیونکہ وہ حضرات ٹیلے ہیں ،نشیب بن کر جاؤ گے تو خود آجائے گا اور اگر خود تم ٹیلے بن کر یا کھمبا بن کر جاؤ گے تو ادھر ادھر سے چلا جائے گا، جو آدمی نشیب بن کر جائے گا، ملے گا اور اگر نشیب بن کر نہیں جائے گا تو کچھ نہیں ملے گا۔

ان حضرات کے پاس مہینوں، برسوں رہنے کے بعد کوئی گھڑی آتی ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی ہر گھڑی بابرکت اور ہر ساعت مبارک تھی کہ جو بھی آپ ﷺ کے پاس ایک لمحہ کے لیے ایمان کے ساتھ آجاتا تھا ،اسی گھڑی اس کا کام ہوجاتا تھا،اس لیے کہ آپ ﷺ کی صحبت کا عالم بالکل الگ ہے۔صحابہ کرامؓ کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔

اب سید صاحبؒ کے چند لوگ ایسے ہیں جن کو یہ مقام حاصل ہوا لیکن رسو ل اللہ ﷺ پاس جو بھی آگیا ایمان کے ساتھ،ایمان شرط ہے،اور یہاں شرط اخلاص ہے۔انبیاء کی صحبت کے لیے ایمان شرط اور اولیاء کی صحبت کے لیے اخلاص شرط،اب اگر اخلاص کے ساتھ آئے گا تو صحبت کا فائدہ ہوگا،اخلاص کے ساتھ نہیں آئے گا تو فائدہ نہیں ہوگا۔

ہمارے اس زمانے کے جتنے بزرگان دین ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ والوں کے پاس جاتے رہنا چاہیے،ان کی صحبت میں جتنا موقع مل جائے اس سے فائدہ اٹھاتے رہنا چاہیے کیوں کہ وہ ہر ایک کو محبت سے دیکھتے ہیں،ان کی نظر میں مضرت نہیں ہوتی،ان کی نظر میں نقصان نہیں ہوتا،محبت کی نظر کا فائدہ پہنچتا ہے۔اگر محبت غیر معمولی ہوگی تو تاثیر غیر معمولی ہوگی۔ فارسی کا ایک شعر بہت پڑھا جاتا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں ایک ساعت بیٹھنا بغیر ریا کے،ایک سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔یہ وہی صحبت ہے کہ ایک ساعت میں قلب ماہیت ہوجائے۔صحبت برابر ہوگی لیکن ایک ساعت ایسی آئے گی جس میں قلب ماہیت ہوجائے گی۔قلب کے اندر کرنٹ دوڑ گیا ایک روح پیدا ہوگئی ،یہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آداب کے ساتھ جو جتنا

رہا ہے اس کا مقام اتنا ہی بلند ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام بلند ترین ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحبت کے آداب بھی پورے اختیار کیے اور حضرت علیؓ کے مقابلہ حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت میں بھی اسی کا اثر ہے۔ حضرت علیؓ بھی آپ ﷺ کی صحبت میں رہتے تھے مگر حضرت علیؓ بچے تھے، بچوں کی صحبت میں اور بڑوں کی صحبت میں فرق ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ بالغ ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کے ہم عمر تھے، ذرا سا فرق تھا۔ آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو انھوں نے اسی وقت ایمان قبول کر لیا اور اس سے پہلے سے ہم مزاجی، ہم مذاقی اور ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا ہی، فوراً ایمان قبول فرما لیا اور ساتھ برابر رہتے رہے، ان کو جو مقام حاصل ہوا وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آداب کے ساتھ رہے، محبت کے ساتھ رہے، عظمت کے ساتھ رہے اور اس سے بڑھ کر ہم مذاقی، ہم مزاجی کے ساتھ رہے۔

بہر حال صحبت کے اثر سے انکار نہیں اور پھر عجیب بات یہ بھی ارشاد فرمائی رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو لوگ صبح و شام ہم کو پکارتے رہتے ہیں، ہماری تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، ہمارا ذکر کرتے رہتے ہیں آپ ﷺ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، اب جب اللہ کے رسول ﷺ کو فرما دیا گیا کہ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کے ساتھ رہیں تو اصلاً یہ ہم لوگوں سے کہا گیا

ہے کہ کسی بڑے سے بڑے آدمی کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم اس لائق ہو گئے ہیں کہ سب لوگ ہمارے پاس آکر بیٹھیں۔ بلکہ اپنے سے کم درجہ کے لوگ معلوم دیتے ہیں، معلوم نہیں ان میں سے کس کے اندر اعلیٰ درجہ کی صفات اور اعلیٰ درجہ کے کمالات ہوں تو ان کے پاس بھی آپ بیٹھیں تاکہ وہ اثرات آپ میں منتقل ہوں، آپ ان سے لیں اور وہ آپ سے لیں۔ حضور ﷺ کو تو فرمایا اس لیے گیا تھا تاکہ ہم سیکھ لیں اس لیے کہ آپ ﷺ کا ہر کمال تو آپ ﷺ کا کمال ہے، ہر مقام آپ ﷺ کا مقام ہے، ہر مرتبہ آپ ﷺ کا مرتبہ ہے، آپ ﷺ کے ماننے والے جو آپ ﷺ کے ذریعہ سے اس مقام پر پہنچے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ چاہے کتنے ہی بلند ہو جائیں رسول اللہ کو ان کے پاس بیٹھنے کی ضرورت تھوڑی ہی تھی، لیکن یہ کہا جا رہا ہے کہ ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ آپ ﷺ اپنے آپ کو روکیں ان کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ تو ایسے ہی ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے چاہے دیکھنے میں افضل ہو لیکن اس شخص کے پاس بیٹھے جس کو اللہ تعالیٰ نے کمال سے نوازا ہے۔ جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں۔

صحبت کی مثال

آپ ﷺ نے اس کو مثال سے سمجھایا کہ اچھی صحبت کی مثال عطر

بیچنے والے کی ہے، اگر اس کے پاس بیٹھوگے تو خوشبو سے فائدہ اٹھاؤ گے، عطر بیز ہوجاؤ گے، مزہ آجائے گا اگر نہ خرید و تب بھی خوشبو لے کر جاؤ گے۔ اگر بھٹی پھونکنے والے کے پاس بیٹھو گے تو اس کا دھواں اور اس کی کالک ملے گی، کالک سے اگر تم نے اپنے کو بچا بھی لیا تو دھواں کہیں گیا ہی نہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا یا تو برے بن جاؤ گے یا بری شہرت ہوجائے گی، اس لیے کہا گیا ہے کہ بروں کی صحبت سے بچتے رہو یہ بہت ہی اہم بات ہے۔

ہمارے حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی (اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے)، ان کے پاس ایک صاحب آئے جو بڑے نیک نام تھے، انھوں نے کہا کہ ایک شخص بڑا بدنام ہے، وہ مجھے بلا رہا ہے، سوچتا ہوں چلا جاؤں، ہوسکتا ہے کہ کچھ ٹھیک ہوجائے اور اثر قبول کر لے، تو مولانا نے بڑی حکمت کی بات فرمائی، کہا کہ اگر ان کے پاس جاؤ گے تو ان کی بری شہرت آپ کو مل جائے گی اور آپ کی اچھی شہرت انھیں مل جائے گی۔ اس لیے برے لوگوں سے بچنا چاہیے۔ ہاں جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں جن کو کچھ کیفیت حاصل ہے، ان کے ساتھ رہے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ وہاں تشریف لے گئے تو ان کی صحبت میں نہیں گئے تھے، ان سے معاملہ کرنے نہیں گئے تھے

بلکہ ان کی اصلاح کی غرض سے گئے تھے، اس نیت سے گئے اور واپس تشریف لے آئے۔ لیکن اگر کوئی معاملہ کرنے جارہا ہے، اس کے پاس اٹھے بیٹھے گا تو اس کی شہرت تم کو مل جائے گی اور تمہاری شہرت اس کو مل جائے گی یعنی تمہارا تھوڑا حصہ اسے ملے گا اور اس کا تھوڑا حصہ تمہیں ملے گا۔ تو اُس کا فائدہ ہوگا اور تمہارا نقصان ہوجائے گا اس لیے آدمی کو احتیاط کرنا چاہیے۔

صحبت کا اثر

بری صحبت کا اثر پڑ کر رہتا ہے اسی طرح اچھی صحبت کا اثر بھی پڑ کر رہتا ہے۔ دیکھئے آپ نے ایک بیج ڈال دیا، بیج پڑ گیا یہ ضروری نہیں ہے کہ فوراً درخت سامنے اگ آئے، بیج پڑ گیا اب آہستہ آہستہ کام ہوتا رہے گا۔ اللہ والوں کی صحبت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بیج بعض دفعہ پڑ جاتا ہے وہ بھی کوئی ضروری نہیں، آداب کی رعایت ہوگی تب ہوگا، اور وہ اس لائق بھی ہو جس کی خدمت میں آپ جارہے ہیں، تو بیج پڑ جائے گا اور کچھ دنوں اور برسوں کے بعد، یکدم رنگ بدلے گا معلوم ہوا کہ جو تھوڑی دیر ان کی صحبت میں رہے تھے اس کا اثر پڑا۔ بہت ادھر ادھر بھاگتے رہے اخیر میں پھر لوٹ کر آگئے۔ اللہ والوں کی صحبت کا یہ اثر تو پڑتا ہی ہے، حضرت مولاناؒ کے ساتھ بھی کتنے واقعات ایسے ہیں کہ حضرت مولاناؒ کے

ساتھ کچھ دن رہے اور خدمت میں بیٹھے، پھر بیٹھنا چھوڑ دیا ادھر ادھر ٹہلتے رہے، اخیر میں پھر پلٹ کر وہی رنگ چڑھا اور پھر وہیں آگئے جہاں سے چلے تھے۔ یہ اللہ والوں کی صحبت کا اثر ہے اسی لیے عربی کا ایک شعر ہے:

أحب الصالحين ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحاً

(میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں چاہے ان جیسا نہ ہوں، ہو سکتا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نیکی عطا فرمادے)۔

تو اللہ والوں سے محبت تو کرنی ہی چاہیے، ورنہ اصل تو یہ ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھیں۔ اگر صحبت میں نہیں بیٹھ سکتا تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے، ان کی سیرت وسوانح پڑھے۔ اس کے بھی اثرات پڑتے ہیں ، ورنہ ظاہر ہے کہ صحبت کا کوئی بدل نہیں ہے۔ جس طرح بغیر صحبت کے نسل نہیں چلتی سوائے حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے، ویسے ہی بغیر صحبت کے یہ نسبت حاصل نہیں ہوتی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی طرف سے عطا فرمادیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے، اس پر سب کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے تو صحابہؓ بن گئے۔ اور جو صحابہؓ کی صحبت میں رہے تابعین بن گئے۔ تابعین کی صحبت میں تو تبع تابعین بن گئے، یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ جیسے حضرت

آدمؑ سے سلسلہ نسب چل رہا ہے، یہ سلسلہ علم ودین بھی چل رہا ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ علم دین اس سے سیکھو جو دیندار ہو اس لیے کہ یہ علم دین ہے، بے دین سے نہ سیکھو "فانظروا عمن تأخذون دينكم "سوچ لو دین کس سے لے رہے ہو کیونکہ جب اس کی صحبت میں جاؤ گے تو اس کے اثرات پڑیں گے، وہ دین کی باتیں تو کرتا ہے لیکن خود اس کے خلاف ہے۔ یہ قیامت کی علامات میں سے ہے۔ "اذا وسد الأمر الیٰ غير أهله فانتظر الساعة"۔ جب نااہلوں کو کام سپرد کردئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو کہ اہل نہیں ہے اور اس کو کام دیدیا گیا۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حدیث پڑھانے کا وہی اہل ہے جو سنت پر عمل کرتا ہو، صرف لچھے دار تقریر کرنے والا حدیث پڑھانے کا اہل نہیں ہے، جوسنت پر عمل کرتا ہو وہ اہل ہے۔ بہرحال صحبت کا اثر کہیں جاتا نہیں ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس کو سوچ لینا چاہیے کہ اس نے کس سے دوستی کی ہے، کیوں کہ اس کے اثرات پڑتے ہیں۔

اللہ کے لیے محبت کا بدلہ

آپ ﷺ نے بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ

آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت ہے، ان کو جنت میں اونچا مقام ملے گا، عرش کے سایہ میں رہیں گے۔ اس کا ایک واقعہ بھی پیش آیا، ایک بزرگ ہیں ابوادریس خولانیؒ، وہ دمشق کی مسجد میں داخل ہوئے، انھوں نے دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت نو جوان جس کے دانت آبدار، چہرہ چمکتا ہوا، اللہ نے اسے علم سے نوازا ہے بیٹھا ہوا درس دے رہا ہے، جہاں رائے میں اختلاف ہوتا ہے لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جناب کا کیا ارشاد ہے۔ وہ بہت متأثر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں ان سے الگ ملوں گا، دوسرے دن وہ بہت سویرے پہونچ گئے تاکہ اکیلے میں ملاقات ہوجائے، دیکھا تو وہ حضرت پہلے ہی آچکے تھے، نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے سلام پھیرا تو میں سامنے سے آیا اور میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے آپ سے محبت ہے تو انھوں نے کہا واقعی اللہ کے لیے تم کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا واقعی اللہ کے لیے محبت ہے۔ دو تین دفعہ انھوں نے پوچھا پھر میری چادر کا کونا پکڑا اس کو اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ میں خوشخبری سناتا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری محبت واجب ہوگئی آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے، آپس میں ایک ساتھ بیٹھنے والوں کے لیے، ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں کے لیے اور ایک دوسرے پر خرچ

کرنے والوں کے لیے۔ یہ ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ جو حرام و حلال کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن و جمال بھی عطا فرمایا تھا کہ جب بیٹھ کر پڑھاتے تھے تو لوگ دیکھا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہو تو اس کو بتا بھی دے، بتانے سے محبت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور محبت سے توجہ ہوجاتی ہے، توجہ سے محبت کا فائدہ ہوتا ہے۔ جب محبت سے آدمی دیکھتا ہے تو محبت بھی عجیب چیز ہے، اس کے اثرات پڑ کر رہتے ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ چہرہ میں بھی مشابہت پیدا ہوجاتی ہے، جب آدمی کو زیادہ محبت ہوجاتی ہے کسی اللہ کے نیک بندہ سے تو اخیر میں اس کے چہرے پر بھی اثرات پڑنے لگتے ہیں۔ محبت کرتے کرتے، ساتھ رہتے رہتے بعض دفعہ لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ وہی آرہا ہے۔ جب دوطرفہ محبت ہوتی ہے تو یہ چیز پیدا ہوجاتی ہے۔

اہل ایمان کی صحبت کا فائدہ

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ صحبت میں رہو تو مؤمن ہی کی رہو "لاتصاحب الامؤمنا" جولوگ مؤمن نہیں اور کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، ان کی صحبت سے تو حتیٰ الامکان بچنا چاہیے، جیسے کہ اکثر

یہ ہوتا ہے کہ لوگ دفتر میں کام کرتے ہیں، اہل کفر وشرک کے درمیان رہتے ہیں، فسق وفجور کے اڈوں میں بیچاروں کو رہنا پڑتا ہے۔ اگر وہاں مجبوراً جانا ہی پڑے اور کچھ دیر ان کے پاس وقت گذارنا پڑے تو اس طرح وہاں پر بیٹھیں کہ ہر وقت جی یہ چاہے کہ یہاں سے بھاگیں، یہ نہیں کہ وہاں طبیعت لگے بلکہ بس مجبوراً آگئے ہیں رزق حلال کے لیے، اب یہاں سے بھاگنا ہے اور کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ ریٹائر ہوں گے تو بہت خوش ہوں گے۔ ہمارے ایک عزیز ہیں وہ جب ریٹائر ہوئے تو اتنا خوش ہوئے کہ اب کہتے ہیں کہ جب صبح سو کر اٹھتے ہیں تو یہ خوشی ہوتی ہے کہ آفس نہیں جانا ہے۔ ورنہ آفس والے جب ریٹائر ہوتے ہیں تو بیچارے زندگی سے ریٹائر ہو جاتے ہیں اور چکر میں رہتے ہیں کہ کہیں سے پیسہ کمانے کا کوئی دھندہ مل جائے، پھر فاسق وفاجر کی صحبت میں جا کر بیٹھیں۔ اس لیے کہ دل رنگے جاتے ہیں اور پھر ویسا ہی مزاج بن جاتا ہے، رشوت لیتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں، رشوت کے اڈوں میں رہتے ہیں، الٹی سیدھی باتیں وہاں پر ہوتی ہیں اسی کو وہ پسند کرنے لگتے ہیں اور وہی مزاج بن جاتا ہے۔

آدمی جیسی صحبت میں رہے گا وہی مزاج بن جائے گا۔ اسی لیے ایسی صحبت سے بچنے کی ہر وقت فکر کرنی چاہیے کس طرح اللہ چھٹکارا دے

۔اسی فائدہ کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا بھی کہ تمہارا کھانا اہل تقویٰ کھائیں اس لیے کہ اس میں بھی صحبت کا معاملہ ہے، جب آپ کے گھر میں نیک بندے آئیں گے، اس میں آپ کو فائدہ ہوگا، وہ آپ کو دیکھیں گے آپ ان کی صحبت میں بیٹھیں گے اور آپ کو دعا ملے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کو کھلانے کی فکر ہونی چاہیے۔ اچھے لوگ ہمارے دسترخوان پر کھائیں، یہ بات بھی آج کل ختم ہوگئی ہے، بڑے بڑے عہدہ داروں کو بلایا جاتا ہے اور الٹے سیدھے لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور اگر کسی بڑے کو بلاتے بھی ہیں تو فخراً تاکہ دوسروں سے کہیں کہ میرے یہاں فلاں فلاں آتے ہیں، نیت خراب کر لی، خوب سمجھ لیں کہ صحبت اخلاص کے ساتھ ہونی چاہیے اور کھانا بھی حلال کا کھلانا چاہیے۔ ایسا نہیں کہ الٹا سیدھا کھلا دے اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا، خود جس نے کھلایا ہے اس کو بھی نقصان ہوگا اور جس نے کھایا ہے اس کو بھی نقصان ہوگا۔ کھانا حلال کھلانا چاہیے اور اخلاص کے ساتھ کھلانا چاہیے۔

جمع کرنے کی چیز کیا ہے؟

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ کہ جو لوگ سونا اور چاندی کو اکٹھا کرتے

ہیں۔ آیت کے نزول کے وقت ہم لوگ تو سفر میں تھے بعض صحابہؓ نے عرض کیا آیت تو سونا اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون سا مال اچھا ہے جس کو ہم جمع کر سکتے ہیں تو ہم وہی مال جمع کیا کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے افضل جمع کرنے کی چیز ایسی زبان ہے جو ذکر کرنے والی ہو، ایسا قلب ہے جو شکر کرنے والا ہو اور ایسی بیوی ہے جو ایمان میں اس کا تعاون کرنے والی ہو۔“

یہ ہے اچھی صحبت، اچھی بیوی ہوگی تو اچھے کام میں تعاون کرے گی، خراب بیوی ہوگی تو آپ بھی پریشان، گھر والے بھی پریشان، جو آج کل ہر جگہ ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ عورتوں کی تربیت کرتے نہیں ہیں اور لڑکی کے دل و دماغ میں وہی ساری باتیں ہوتی ہیں، رسم و رواج کی، پیسے کی، تو اس کے نتیجہ میں سب پریشان۔

شادی کے لیے معیارِ انتخاب

اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے؛ مال کی وجہ سے، مال کا سب سے پہلے ذکر کیا، آج کل دیکھ لیجئے جہیز اور مال کہاں پر زیادہ ملے گا اسی کو ترجیح دیتے ہیں، اسی لیے اس کو اول نمبر پر رکھا۔ دوسرے نمبر حسب کو رکھا، بہت اونچے

خاندان کی ہے، بڑے پیسے والے کی بیٹی ہے، مشہور خاندان کی لڑکی ہے، اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ حسن و جمال، بہت خوبصورتی دیکھ کر گھر میں لانا چاہتے ہیں۔ اور اخیر میں بیچارہ دین آتا ہے کہ دیندار ہے تو لانا چاہیے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا:” فاظفر بذات الدین“ دین والی کو لے کر آؤ کامیاب ہو جاوگے، مزے رہیں گے۔ مال، جاہ، حسن یہ تو ظاہری ہیں، سب ختم ہو جانے والا ہے، دیندار بڑی مشکل سے ملے گی لیکن اگر مل جائے گی تو مزے ہی رہیں گے ”تربت یداك“ ترجمہ بڑا مشکل ہے۔ اگر محاورہ سے اس کا ترجمہ کریں اور بے ادبی نہ ہو تو یوں کہیں کہ پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑھائی میں۔ گھر میں برکت ہی برکت۔ اور پھر پورا گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ نیک بیوی آ گئی پورا گھر سنور گیا اور اگر بری بیوی آ گئی تو پورا گھر برباد ہو جاتا ہے۔ اس میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، عام طور پر لوگ پیسہ دیکھتے ہیں پھر کچھ نہیں دیکھتے، یا دیکھتے ہیں تو کسی کا چہرہ دیکھ کر قائل ہو گئے، کسی کا خاندان دیکھ کر قائل ہو گئے، یہ نہیں دیکھا کہ نماز پڑھتی ہے کہ نہیں، عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں، یہ دیکھنے کی چیزیں ہیں انھیں دیکھا ہی نہیں جا رہا ہے، اور جو دیکھنے کی نہیں ہیں ان کو خوب دیکھا جا رہا ہے، اس قدر دنیا کی محبت

غالب آ گئی کہ اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا ہیں۔

دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ

حدیث میں ہے کہ "حب الدنیا رأس کل خطیئة" دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت نکل جائے، دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نکلتی ہے، اس لیے کہا گیا ہے کہ کثرت سے ذکر کرو، ورنہ آج کل سارے دل دنیا کی محبت میں چور ہیں اور اس کی وجہ سے پریشان ہیں، چاہے بوڑھا ہو، چاہے جوان ہو یہاں تک کہ دیندار طلباء جو فارغ ہوتے ہیں اور دین کا کام کرنا چاہتے ہیں ان کے والدین دیکھتے ہیں دیندار لیکن ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تم ہم کو کما کر لا کر دو، کتنے بے چارے آ کر شکایت کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں والدین پریشان کئے ہوئے ہیں کہ زیادہ پیسہ کما کر لاؤ ہم نہیں جانتے کہ کہاں سے لاؤ، ہم کو پیسہ چاہیے اور اسی لیے کتنے لوگ پڑھاتے ہی نہیں، جو لوگ جاہل ہیں یا معمولی کاشتکار ہیں وہ تو بیچارے کسی کام کے نہیں، نہ روٹی ملتی ہے نہ دین ملتا ہے، بھینس چرانے میں لگا دیا، کسی معمولی کام پر بیٹھا دیا ۱۵/روپے دن بھر میں لا کر دیتا ہے بس اسی میں خوش ہیں۔جب دنیا کی محبت دل و دماغ پر چھا جاتی ہے تو پھر بڑے ہوں یا چھوٹے

معاملہ یہ ہوتا ہے کہ روپیہ پیسہ ہی سب کچھ بن جاتا ہے۔

ایک بڑے عالم دین نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم گومتی کے پل پر کھڑے ہوتے تھے، ہمارے ایک بزرگ آئے انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ آدمی جا رہا ہے یہ کس چیز سے جا رہا ہے؟ سائیکل سے، یہ کون ہے؟ آدمی ہے۔دوسرا موٹر سائیکل سے گزرا تو وہ کہتے رہے کہ نہیں یہ دو روپیہ جا رہا ہے، یہ پانچ روپیہ جا رہا ہے، یہ دس روپیہ جا رہا ہے بعض پانچ میں خوش ہیں، بعض دس میں خوش ہیں، بعض دس ہزار میں خوش ہیں، انھیں دس لاکھ چاہیے لیکن فکر ایک ہی ہے چاہے بڑے سے بڑا سیٹھ ہو یا معمولی درجہ کا بیڑی پینے والا آدمی ہو، سب کا دل و دماغ بس ڈوبا ہوا ہے پیسے میں۔اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو اور دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اگر دنیا کے بارے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو گے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کرو گے۔ لیکن اب تو اکثر معاملہ الٹا ہے، دین میں تو نیچے والے کو دیکھتے ہیں، ارے وہ بھی تو نماز نہیں پڑھتے، وہ بھی تو تراویح نہیں پڑھتے، ارے وہ نہیں پڑھتے تو تم پڑھو، اس میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھیں گے۔اور دنیا کے معاملہ میں اوپر والے کو دیکھیں گے کہ فلاں موٹر سے چل رہا ہے، اس کا گھر بن گیا ہے اور آپ ابھی تک کوٹھری میں رہ رہے ہیں، اس کا

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی پریشان اور دوسرے بھی پریشان، اس طرح ہر وقت پریشان رہے گا اور نہ جانے کن کن امراض میں مبتلا رہے گا۔

اس لیے اچھوں کی صحبت میں جب آدمی رہتا ہے تو اس کا دل اچھا ہو جاتا ہے، دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور اللہ والا وہی ہے جس کے دل میں دنیا کی محبت نہ ہو۔ یہ اللہ والوں کی نشانی ہے، جھوٹ نہ بولتا ہو، نماز کی پابندی کرتا ہو، یہ موٹی موٹی علامات ہیں اس لیے پہچاننا آسان ہے۔ سب سے پہلے دیکھ لیں کہ جھوٹ تو نہیں بولتا، نماز کی پابندی کرتا ہے اور تیسری چیز اپنی خواہش کے چکر میں تو نہیں پڑا رہتا ہے، کھانا، کپڑا، پیسہ بس اسی کی فکر یا شہرت و ناموری کی۔ اللہ کے جو نیک بندے ہوتے ہیں ان کو پیسہ کی پرواہ نہیں ہوتی ہے، سونے کا ڈلا اور مٹی کا ٹھیکرا دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ پیسہ ان کے پاس آتا ہے لیکن سب بانٹ دیتے ہیں، نہ شہرت کے لیے بھاگتے ہیں نہ ناموری کی ترکیبیں کرتے ہیں۔ بس اللہ کے نیک بندوں کی صحبت کی فکر کرنی چاہیے۔

اجتماعیت کی برکت

اسی صحبت کی برکتوں کے لیے ہمارا پورا نظام اجتماعیت کے ساتھ مربوط کر دیا گیا ہے کیوں کہ اجتماع میں ہر شخص کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا

ہے، اس اجتماعیت کی ایک اچھی شکل نماز با جماعت ہے سب نماز پڑھنے والے ہیں، سب ماشاءاللہ اللہ والے ہیں، اس کا فائدہ ایک دوسرے کو پہنچتا ہے۔ نماز سب ساتھ میں پڑھتے ہیں اس میں صحبت کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جب حج کرتے ہیں تو ایک ساتھ رہنے کا فائدہ ہوتا ہے، اسی لیے ہماری ہر چیز اجتماعیت کے ساتھ رکھی گئی ہے۔ روزہ ایک ساتھ رکھنا ہے، نماز ایک ساتھ پڑھنی ہے، حج ایک ساتھ کرنا ہے اسی طرح ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے، جب اچھے لوگوں کے ساتھ ہم ملیں گے جُلیں گے تو ہمارے اندر بھی اچھائی پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح صحبت عطا فرمائے۔